رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر ( )

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

# مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ............ ے
ششماہی ............ ے
سہ ماہی ............ عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

شرح چندہ
سالانہ ............ ے
ششماہی ............ ے
سہ ماہی ............ عہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

جلد ۳ | ۸ دے ۱۳۵۳ف | ۱۴ ذوالقعدہ ۱۳۶۲ھ | ۱۳ نومبر ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر (۳۱)


# کیا کانگریس ناکام رہی؟

## ایک نئے زاویہ نگاہ کی ضرورت

از

یس، راما ناتھن سابق کانگریسی وزیر

ذیل میں ایک سابق کانگریسی وزیر یس، راما ناتھن کے ایک مضمون کے اہم اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن میں ہندوستان کی موجودہ سیاسی صورت حال کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

"کانگریس ناکام رہی۔ اس نے یقیناً وہ نتائج حاصل نہیں کئے جو اس کے پیرووں کی تعداد اور اس کے لیڈروں کے انہماک اور ایثار سے مطابقت رکھتے ہوں۔ اس ناکامی کی وجہ وہ غلطیاں ہیں جو بنیادی اصولوں اور طریقہ عمل میں پائی جاتی ہیں۔ اکثر غور و فکر کرنے والے کانگریسی اپنے دل میں ان قلابازیوں کو ناپسند کرتے رہے جو کانگریسی قیادت میں رونما ہوتی رہیں لیکن اس اندیشے سے کہیں جماعتی ضبط میں خلل نہ پڑے انھوں نے علانیہ طور پر لب کشائی سے احتراز کیا۔ اعمالی تحریک کے پروگرام سے مہاتما گاندھی نے علیحدگی کا اظہار کیا اور کانگریس اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اس کی جگہ کوئی اور پروگرام پیش کرے۔ جو لیڈر جیل میں ہیں ان سے یہ توقع نہیں کی جانی چاہئے کہ ان کی نظر بندی کے زمانہ میں ملک تعطل کی حالت میں رہے گا۔

### مذہب و سیاست

گزشتہ ربع صدی میں گاندھی جی کا مسلک کانگریس پر مسلط رہا۔ یہ سچ ہے کہ کانگریس کی قرار دادوں میں گاندھیت کے تمام عقائد کو قبول نہیں کیا گیا اور اکثر مواقع پر گاندھی جی کو کانگریس سے علحدہ رہنا پڑا مگر یہ اختلافات بہت جلد رفع بھی ہوگئے۔ مذہب گاندھی جی کی سیاست ہے۔ انھوں نے اپنے مذہب کو اپنے ہر سیاسی عمل میں داخل کردیا اور اس طرح مسلمانوں میں شبہات پیدا ہوگئے۔ ہندو مسلم مسئلہ کی نسبت ہم نے غلط طریقہ اختیار کیا۔ پاکستان کی تحریک خلافت کی پیداوار ہے۔ تحریک خلافت سے جس کی رہنمائی مہاتما گاندھی کر رہے تھے سیاسیات میں مذہب داخل ہوگیا۔ اس زمانہ میں مسٹر جناح کانگریس میں تھے اور سیاسیات میں مذہب کی مداخلت کے خلاف تھے۔ میں نے خود دیکھا کہ امرتسر کی میقات سے کانگریس میں مسٹر جناح اپنی تقریر میں مولانا محمد علی کو مسٹر سے مخاطب کر رہے تھے اور باوجود شور و ہنگامہ کے مولانا کے لفظ سے مخاطب کرنے تیار نہ ہوئے کیونکہ ان کی رائے میں کسی سیاسی تنظیم میں مولانا کی جگہ نہیں۔ بالآخر تحریک خلافت ناکام رہی اور خلافت ختم کردی گئی۔ اس وقت ہم نے مسٹر جناح کے مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا اور اب مسٹر جناح مذہب و سیاست کا تلخ آمیزہ دکھ (؟)

ہم کو بلا رہے ہیں۔ ہم اس سزا سے بچ نہیں سکتے۔

### اتحاد کی خاطر

سیاسی جلسوں میں بندے ماترم گایا جانے لگا۔ یہ گیت "کالی" کی شان میں ہے جس کے ایک ہزار سر اور ایک ہزار ہاتھ ہیں۔ اس گیت سے بعض ہندوؤں میں جذبہ عبادت بیدار ہوتا ہے لیکن مسلمان جو اپنی روایات اور تربیت کی وجہ سے بت پرست نہیں ہیں اس کو روا نہیں رکھ سکتے۔ بعض اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ اخلاق برتنے کی خاطر اس گیت کو گوارا کر سکتے ہیں۔ لیکن اخلاق اور مروت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس حد سے بھی گزر چکے ہیں۔ آج ہمیں یہ تصفیہ کرنا ہے کہ یا تو پاکستان کو تسلیم کرکے مسلمانوں کو اپنا راستہ چلنے کی اجازت دے دیں یا پھر سال تک حکومت خود اختیاری سے محروم رہیں۔ میری اپیل یہ ہے کہ اس مطالبہ سے گھبرائیں نہیں بلکہ اس پر غیر جانبداری کے ساتھ غور کریں۔ اگر پاکستان اس قدر بری چیز ہے جیسا کہ ہم سب سمجھتے ہیں تو یہ مسلمانوں کے لئے بھی بری ہوگی۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے اس قدر دلکش ہے کہ ہندو اس کے مخالف ہیں۔ اگر ہم اس مطلب کو جرات کے ساتھ تسلیم کرلیں —— باول ناخواستہ یا تحفظات کے ساتھ نہیں بلکہ بغیر کسی ذہنی تحفظ کے —— تو اس کے بعد مسلمانوں میں تبدیلی قلب ضروری ہے جو ہندوستان کے قومی اتحاد کی بنیاد بن سکے گی۔ پاکستان ایک نصب العین کی حیثیت سے غیر منطقی ہے مگر کانگریس کے مذہبی رجحانات کے مقابلہ میں بہت موثر ہے۔ پاکستان کو قبول کرلینا چاہئے اس لئے نہیں کہ مسلم لیگ مسلم عوام کی جانب سے اس کا مطالبہ کر رہی ہے بلکہ اس لئے کہ ہندوستانی قومیت کو اپنی پچھلی غلطیوں کی قیمت ادا کرنی ہے اور غلطی یہ تھی کہ مذہبی عنصر پر مبالغہ آمیز طور پر زور دیا گیا تھا۔

### ذات پات

گاندھیت ہندو مسلم منافرت سے زیادہ ایک اور برائی کو وجود میں لانے کا باعث ہوئی۔ اس نے ذات

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵) پر

مملکت ہفتہ وار
جلد ۳ | ۸ مہر دے ۱۳۵۲ف | نمبر ۲۱

# حالیہ جنگ نے ہمیں کیا سبق سکھایا

موجودہ جنگ کے دوران میں بعض حقائق جن پر کافی توجہ نہیں کی جاتی تھی منظر عام پر آ گئے اور حیدرآباد اس امر کو شدت کے ساتھ محسوس کرنے لگا کہ مملکت آصفیہ نہ صرف اپنی غذائی ضروریات کی تکمیل میں برطانوی ہند کی محتاج ہے بلکہ دیگر ضروریات زندگی مثلاً کپڑا، سمنٹ، کاغذ، برقی روشنی اور ٹیلیفون وغیرہ کے معاملہ میں بھی وہ بہت پیچھے ہے۔ قوت برقی کی تولید کے لئے ہمارے ہاں جو مشنری موجود ہے وہ دارالسلطنت اور مضافات کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ناکافی ہے۔ ٹیلیفون کے لئے ہمارے ہاں جو پلانٹ دلٹلب ہے وہ مزید آلوں کی تنصیب کا بار برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح قدرتی وسائل کی فراوانی کے باوجود ہم کافی مقدار میں کاغذ تیار نہیں کر رہے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ کاغذ پر بھی کنٹرول قائم ہے اور اس کی قیمتیں بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ اگرچہ قدرت نے اپنی فیاضی سے اکثر اضلاع خاص کر کھمبیر اور رائچور میں نمک سازی کے امکانات مہیا کر دیے ہیں اس کے باوجود حیدرآباد میں سالانہ (۶۰) لاکھ روپے کی مالیت کا نمک درآمد ہوتا ہے۔ شکر کا کارخانہ موجود ہوتے ہوئے اکثر گھرانے شکر کے لئے ترس رہے ہیں۔ یہ واقعات ان اصحاب کے غور و فکر کا موضوع بن سکتے ہیں جو تنظیم مابعد جنگ کی اسکیم مرتب کرنے میں مصروف ہیں۔ تنظیم مابعد جنگ نامکمل رہے گی اگر ہم ان مسائل اور ان مواقع سے پورا پورا فائدہ نہ اٹھائیں جن کو قدرت کا عطیہ کہنا چاہئے۔ یہ ایک وسیع اور بسیط موضوع ہے جس کے بیسیوں پہلو ہیں اور ہر پہلو ایک تحقیقانہ مقالہ کا محتاج ہے۔ پس ضرورت ہے کہ ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ ان مسائل کا بہ نظر غائر مطالعہ کرے اور اپنے خیالات سے اہل ملک کو روشناس کرائے۔ تجربہ کار اور وظیفہ یاب عہدہ داروں اور ایسے طالب علموں کو جو سائنس یا معاشیات سے شغف رکھتے ہیں یہ موقع حاصل ہے کہ اس اہم موضوع کے مختلف پہلوؤں پر اعداد و شمار کی روشنی میں مقالے لکھیں اور شائع کریں۔ ہمیں توقع ہے کہ معاشی کانفرنس جو عنقریب نمائش مصنوعات ملکی کے سلسلہ میں منعقد ہوگی اس مسئلہ کے بعض پہلوؤں پر اپنی پوری توجہ مبذول کرے گی۔

لیکن سب سے زیادہ دلخراش سبق جو حالیہ جنگ نے ہمیں سکھایا وہ یہ ہے کہ ملک کے ساہوکار اور بڑے تاجر جو حب الوطنی کا دم بھرتے ہیں اور ترقی پسند سیاسی اصطلاحات کی رٹ لگاتے ہیں غریبوں اور عوام کے دوست نہیں ہیں۔ اجناس خوردنی کو پوشیدہ رکھنا اور عوام کے محتاجی اور بے بسی سے فائدہ اٹھا کر ایک روپیہ کا مال پانچ روپیہ میں فروخت کرنا ان کا سیاسی مسلک ہے۔ یہی سرمایہ دار افراد ہیں جو اپنی وطن دوستی کی نمائش کے لئے سیاسی اداروں کی سرپرستی کرتے ہیں اور عوام کا نام لے کر اپنے اغراض کی تکمیل چاہتے ہیں۔ عوام فریبی کا ایک اور طریقہ ان افراد نے یہ اختیار کر رکھا ہے کہ ایک طرف عوام کو لوٹتے ہیں اور دوسری طرف اس لوٹی ہوئی دولت سے کچھ روپیہ کسی کار خیر میں بطور چندہ دیتے ہیں۔ یہی سرمایہ دار افراد ذمہ دارانہ حکومت کا بھی مطالبہ کرتے ہیں تاکہ ان کے استحصال نا جائز کے جذبہ کو قانون کی سرپرستی حاصل رہے۔

جنگ کی وجہ سے ہمیں یہ احساس بھی ہوا کہ ہمارے ملک کا اخلاقی معیار وہ نہیں ہے جو ہونا چاہئے۔ ہمارے قائدین نے جو بے معنے سیاسی نعرے لگانے میں کبھی نہیں تھکتے قوم کی اخلاقی حالت درست کرنے کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ عوام سے انھوں نے ربط اس لئے قائم کیا کہ انہیں اپنا آلۂ کار بنائیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اجتماعیت پر انفرادیت غالب ہے۔ غریبوں اور مفلسوں کی تکلیف اور پریشانی سے مخلصانہ دلچسپی لینے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اور یہ الزام بعض عہدہ داروں پر بھی اسی طرح عائد ہوتا ہے جس طرح بعض پبلک کارکنوں پر۔ اس اجمال کی تفصیل تکلیف دہ ہے لیکن اس گرتے ہوئے اخلاقی معیار کی بڑی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ ملک میں افلاس اور جہالت پھیلی ہوئی ہے، دولت چند ہاتھوں میں مقید ہے اور عوام کی قوت خرید اس درجہ پست ہو گئی ہے کہ ان کے لئے معمولی ضروریات زندگی کی تکمیل بھی ممکن نہیں۔ مساوی پہلو بعد جنگ تنظیم کی مجلس کے پیش نظر سے باہر نہ ہونا چاہئے۔ ہمیں امید ہے کہ ملک کے بہترین دماغ اور دردمند دل رکھنے والے اصحاب اس مجلس کو اپنے مشوروں سے خواہ وہ مشورے طلب کئے گئے ہوں یا نہ کئے گئے ہوں ضرور مستفید ہونے کا موقع دیں گے۔

# نمائش مصنوعات ملکی

یہ امر موجب مسرت ہے کہ قوت برقی کی راشننگ کے باوجود اس سال نمائش مصنوعات ملکی منعقد ہو رہی ہے۔ ہر سال زمانہ نمائش میں سات یا آٹھ ہزار یونٹ کے درمیان قوت برقی صرف ہوتی تھی۔ اس سال صنعتی ترقی میں دلچسپی لینے والے افراد نے آپس میں چندہ کر کے دو ہزار پانچ سو یونٹ نمائش کمیٹی کے نذر کئے ہیں جبکہ محکمہ برقی نے بقیہ پانچ ہزار یونٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے جس پر ہم محکمہ مذکور کو مبارکباد دیتے ہیں۔

اس سال نمائش گاہ کا مقام بدل دیا گیا ہے۔ باغ عامہ کے جنوبی دروازہ سے متصل سات ایکڑ کا بہت بڑا رقبہ اغراض نمائش کے لئے مستقل طور پر مختص کر دیا گیا ہے۔ اس غرض کے لئے انڈسٹریل ٹرسٹ فنڈ سے (۲۵) ہزار کی رقم عطا ہوئی ہے اور ایک مستقل نمائش گاہ تعمیر کی جا رہی ہے۔ حکومت کی یہ فیاضی صنعتی ترقی کے جذبہ کی آئینہ دار ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ مولوی سید علی رضا صاحب ناظر تعمیرات بلدہ نے نقشے تیار کر کے تعمیر کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ نمائش گاہ میں تین سو اسٹال ہوں گے جن میں سے بارہ اسٹال بہت بڑی سائز کے ہیں۔ حمل و نقل کی سہولتوں کی خاطر محکمہ ریلوے نے ایک پارسل آفس اور سررشتہ ٹیلیفون نے ایک ٹیلیفون خانہ کھولنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ حسب معمول امسال اس سال بھی معاشی کانفرنس کا انعقاد نمائش کا اہم جزو ہوگا۔

اس سال حیدرآباد میں ماہ ڈسمبر میں کل ہند اکاڈیمی آف سائنس اور کل ہند منزلہ یونیورسٹی بورڈ کے اجلاس منعقد ہو رہے ہیں اس لئے برطانوی ہند کی علمی دنیا کے مشاہیر نمائش کے زمانہ میں حیدرآباد میں مقیم ہوں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ برطانوی ہند کے مہمان نمائش گاہ تک زحمت فرما کر ملکی صناعوں کی حوصلہ افزائی کریں گے اور حضرت آصف جاہ سابع کے درخشاں دور میں مملکت آصفیہ نے جو گوناگوں ترقیاں کی ہیں ان سے متعلق اچھے تاثرات لیتے جائیں گے۔

کارکنان نمائش کو اب تک جو تجربے حاصل ہوئے ہیں ان کی روشنی میں اس سال بعض نئی اصلاحات عمل میں لائی جا رہی ہیں جن کی وجہ سے ہر کام عمدگی سے انجام پا سکے گا۔ مثلاً یوم خواتین میں بالعموم خواتین کو سواریوں کے لئے بہت دیر تک انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس سال خواتین کی سہولت کی خاطر

کے لئے پانچ راستے بنائے جا رہے ہیں تاکہ سواریوں کی آمد و رفت میں غیر ضروری تاخیر نہ ہو۔

ہمیں یہ سن کر مسرت ہوئی کہ اس سال گرانی اور حمل و نقل کی دقتوں کے باوجود صنعتوں سے کافی تعداد میں صناع اپنا مال نمائش میں لا رہے ہیں۔ یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ جنگ سے صنعتی زندگی پر مفید اثر مترتب ہوا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ اس سال کی نمائش گزشتہ سالوں کے مقابلہ میں زیادہ کامیاب رہے گی اور صناعوں نیز نمائش دیکھنے والوں کے قلوب میں صنعتی ترقی کا جذبہ تیز تر ہو جائے گا۔ سال گزشتہ کے اعداد و شمار دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نمائش دیکھنے والوں کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ تھی، اور صناعوں نے جتنا مال بغرض فروخت پیش کیا تھا وہ سب کا سب اچھے داموں خرید لیا گیا۔

سال گزشتہ کی طرح اس سال بھی نمائش بلیٹن کے نام سے ایک روزانہ اخبار جاری کرنے کی اجازت حاصل کر لی گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ نمائش بلیٹن میں ان صنعتوں سے متعلق تفصیلی مواد شائع کیا جائے گا جن کی نمائش کی جا رہی ہے تاکہ متعلمین معاشیات اور عام پبلک کے لئے ایک مستند مطبوعہ مواد فراہم ہو جائے۔

ہم انجمن طیلسانین عثمانیہ کو اس کی کارگزاری پر مستحق مبارکباد سمجھتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس شاہانہ دلچسپی کی بدولت ممکن ہوا جو حضرت بندگان اقدس کو ملک کی معاشی ترقی سے رہی ہے۔

## مقامی زبانوں کی حفاظت

عام طور سے لوگ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر نہیں ہیں کہ حکومت سرکار عالی نے اپنے نظم تعلیم میں تلنگی، مرہٹی اور کنڑی کی تعلیم کا کس قدر معقول انتظام کیا ہے۔ ممالک محروسہ کے تحتانی مدرسوں کی تمام جماعتوں میں اور لڑکیوں کے مدرسوں میں تو آٹھویں جماعت تک مادری زبان میں تعلیم دی جاتی ہے۔ غیر مسلم لڑکیوں کے لئے آٹھویں جماعت تک اردو کی تعلیم اختیاری کر دی گئی ہے۔ جن لڑکوں اور لڑکیوں کی مادری زبان اردو نہیں ہے ان کے لئے ادنیٰ ثانوی درجوں میں مادری زبان کی تعلیم لازمی ہے سوا اس صورت کے کہ وہ سنسکرت کو اپنی مادری زبان پر ترجیح دیں اور اعلیٰ ثانوی درجوں میں بھی اس کا انتظام کیا گیا ہے کہ خواہشمند طلبا اپنی مادری زبان کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ جامعہ عثمانیہ میں بھی ان زبانوں کی تعلیم کے لئے پوری سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ چنانچہ طلبا تمام جماعتوں میں اپنی مادری زبان کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اور تینوں مقامی زبانوں یعنی تلنگی، مرہٹی اور کنڑی میں سے کسی ایک زبان میں ایم۔ اے بھی کامیاب کر سکتے ہیں۔

اس حقیقت کو نظرانداز کیا جا رہا ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے قیام سے پہلے مملکت حیدرآباد میں انگریزی زبان ذریعہ تعلیم تھی۔ حکومت سرکار عالی نے صرف اتنا کیا کہ انگریزی کے بجائے اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جو اردو جاننے والے طلبا کے لئے آبائی زبان نہیں جیسی کہ انگریزی ہے چونکہ مقامی زبانیں بھی ذریعہ تعلیم نہ تھیں اس لئے جو تبدیلی ہوئی وہ یہ نہیں کہ کسی مقامی زبان کے بجائے اردو کو ذریعہ تعلیم بنا دیا گیا ہو بلکہ انگریزی کے بجائے اردو زبان ذریعہ تعلیم بنائی گئی اور یہ حقیقت کسی تشریح کی محتاج نہیں کہ تلنگی، مرہٹی یا کنڑی بولنے والے طالب علم کے لئے اردو سیکھنا انگریزی سیکھنے سے بہت زیادہ آسان ہے۔ اردو جس کا دوسرا نام ہندوستانی بھی ہے اس ملک میں دوسری زبانوں سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے اور یہی زبان بتدریج سارے ہندوستان کی مشترک زبان بنتی جا رہی ہے۔ چنانچہ اردو زبان کو زیادہ عام فہم بنانے کے خیال سے عربی فارسی اور سنسکرت کے غیر ضروری اور ثقیل الفاظ کے بجائے عام فہم اور آسان الفاظ رائج کئے جا رہے ہیں۔

حکومت نے حال ہی میں تعلیمات سے متعلق ایک آئینی مشاورتی مجلس قائم کی ہے جس میں تمام قوموں اور طبقوں کے غیر سرکاری نمائندے بھی شامل ہیں۔ اعلیٰ ثانوی جماعتوں میں مادری زبان کی تعلیم کو لازمی قرار دینا یا ایسے طلبہ کو جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے اخلاقیات کے بجائے اپنی مادری زبان کی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دینا ایسے مسائل ہیں جو اس مجلس کے دائرہ غور و فکر سے خارج نہیں۔

(معلومات حیدرآباد)

## مشین کے آلات کی درآمد کا جدید طریقہ

تمام صنعتی ادارہ جات ریلوے اور سرکاری ورکشاپ کے سوا مشینوں کے آلات کی درآمد سے متعلق درخواستیں مشین ٹول کنٹرولر کے پاس ڈائرکٹر آف سپلائیز مشین پروڈکشن، اسٹریٹ ہاؤس ریاست متحدہ کے انڈیا اسٹور ڈیپارٹمنٹ کے ڈائرکٹر جنرل نے مشین ٹول کنٹرولر سے خواہش کی ہے کہ آئندہ پٹوں سے چلنے والی مشینوں کے آلات کی درخواستوں میں اس کی وضاحت ہونی چاہئے کہ آیا پٹوں سے مشین کا چلانا ناگزیر ہے یا اس کی بجائے موٹر سے چلنے والی مشینوں سے کام چل سکے گا۔ ایسی صورت میں برقی رو کی تفصیلات بھی درخواست میں درج ہونی چاہئے۔

مشین کے آلات کی تمام درخواستیں مقررہ فارم پر پیش ہونی چاہئیں جن کی کاپیاں جناب مشیر صاحب معزز مدد المہام صنعت و حرفت، ریلوے بورڈ آفس سکندرآباد سے مل سکتی ہیں۔

(معلومات عامہ)

# لارڈ لنلتھگو کی وداعی تقریر کا ردِ عمل

جدید وائسرائے کا پہلا سرکاری اقدام مصیبت زدہ بنگال کا دورہ اور اس صوبہ میں انسداد قحط کی تدابیر اختیار کرنا تھا۔ اس صوبہ کے حالات فوری اور موثر اقدام کے متقاضی تھے۔ یہ مطالبہ برطانوی پارلیمنٹ اور ہندوستان دونوں جگہ کیا جا رہا تھا۔ ایک سپاہی اور ایک حقیقت پسند کی حیثیت سے لارڈ ویول اس مسئلہ سے نپٹنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ملک میں قحط کے خطرات کی موجودگی میں سیاسی مسائل کی بحث کے لئے کوئی جگہ نظر نہیں آتی لیکن واقعات اس کے برعکس ہیں۔ یہ بحث اس شدت کے ساتھ جاری ہے کہ بنگال کی مصیبت کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وسیع تر سیاسی مطالبات برابر پیش کئے جا رہے ہیں جیسے بنگال اور دوسرے صوبوں کے غذائی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے مرکز میں ایک عوامی حکومت ضروری ہے۔

اگرچہ مسئلہ اغذیہ فوری توجہ کا متقاضی ہے لیکن برطانیہ اور ہندوستان میں سیاسی قیاس آرائیاں بھی برابر جاری رہیں۔ یہ قیاس آرائیاں جواب تک دوران جنگ کی تدابیر سے متعلق تھیں اب ہندوستان کے دستوری مستقبل تک وسیع ہو گئی ہیں۔ یہ کہنا دشوار ہے کہ مستقبل قریب میں کوئی دستوری قدم اٹھایا جائے گا۔

## مسلم لیگ کا ردِ عمل۔

ہندوستان کے دستوری مستقبل سے متعلق جو بحث اب جاری ہے اس کے کئی لفافہ ہیں۔ لارڈ لنلتھگو نے ایوان روساء میں اپنی الوداعی تقریر میں وفاق کو ہندوستان کے لئے موزوں ظاہر کیا۔ اس تقریر کے بعد سے بحث کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لیگی حلقوں اور لیگ کی صوبہ داری شاخوں نے اس پر سخت تنقید کی اور سابق وائسرائے کی رائے کی ترش زبان میں مذمت کی گئی۔

چند ہی روز بعد وزیر ہند نے اپنی ایک تقریر میں وفاق کی طرف اشارہ کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ کرپس کے فارمولا کا ذکر کر کے اپنی تقریر کو متوازن کیا۔ وزیر ہند کی تقریر ایک طرح سے مسٹر راجگوپال اچاریہ کی اس اپیل کا جواب تھی کہ کرپس کی تجاویز کی طرف لوٹنا چاہئے۔ مسٹر راجگوپال اچاری کے خلاف ان کے مقابل ایک چیز یہ بیان کر دیتے ہیں کہ برطانیہ نے کرپس کے پیشکش کو واپس لے لیا ہے۔ مسٹر ایمری نے یہ اعلان کیا کہ یہ پیشکش موجود ہے بشرطیکہ ہندوستان چند مقدم شرطوں کی تکمیل کے لئے تیار ہو جائے۔

ان امور کو مسلم لیگ کے حلقے بہت اہمیت دے رہے ہیں۔ مسلم لیگ کا ایک ترجمان لکھتا ہے کہ صرف ان امور کی تاریخ میں غلطیاں ہوتی ہیں اور ان کا اعادہ کر دیا جاتا ہے

آزمائش اور غلطی کے اصول پر اب ہندو لیڈروں کا فرض ہے کہ بغیر کسی ذہنی تحفظ کے اس امر پر اصرار کریں کہ جو لائحہ عمل ماہ اگست کو طے کیا گیا تھا وہ منسوخ کر دیا جائے اور مستقبل کے لئے نئی نئی کوشش شروع کی جائے۔ ہم گفت و شنید میں ایک قسم کی لچک کے قائل ہیں بشرطیکہ کانگریس یا دوسرے الفاظ میں مسٹر گاندھی اپنی روش کو نرم کریں اور بے سود نظربندی سے نکل آئیں تاکہ عقل و مفاہمت کا راستہ پھر ایک بار اختیار کیا جا سکے۔"

اقتباس بالا میں "ایک طرح کی لچک" کے الفاظ مبہم ہیں لیکن یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ لیگ فروعی معاملات میں مفاہمت کے لئے تیار ہو جائے گی اگر پاکستان کا اصول تسلیم کر لیا جائے۔ مسٹر جناح بھی یہی کہہ چکے ہیں۔ مگر کیا پاکستان کا اصول تسلیم کر لیا گیا؟ کیا یہ تسلیم کر لیا جائے گا؟

## خوف کی پیداوار

ان سوالات کا جواب زیادہ تر اس امر پر منحصر ہے کہ پاکستان سے ٹھیک طور پر کیا مراد ہے۔ کئی مفروضے اور کئی تعبیریں پیش کی گئیں۔ خود مسٹر جناح نے اپنے مطالبہ کی کوئی مستند تعریف نہیں کی۔ تاہم اکثر لوگ لیگ کے مطالبہ کی اسپرٹ کو سمجھ گئے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کی زندگی اور ان کی ثقافت وغیرہ کے تحفظ کے لئے ایک موثر مشینری کی ضرورت۔ یہ خواہش ہندوؤں کے تسلط کے خوف سے پیدا ہوئی ہے اگرچہ مختلف لوگوں نے مختلف مواقع پر اس مطالبہ کی مختلف تعبیریں کی ہیں لیکن لسانیاتی اعتبار سے یہ مطالبہ آج بھی وہی ہے جو مارچ ۱۹۴۰ء میں تھا۔

ڈاکٹر سید عبداللطیف کی اسکیم، سر سکندر حیات خاں کا فارمولا، مسلم لیگ کی لاہور والی قرارداد یہ سب ایک ہی جذبے کے مظاہر تھے۔ کرپس کی تجاویز میں کا جنبہ جنگ کا یہ پیش کش کہ ہر صوبہ کو ہندوستان کی مجوزہ یونین میں شریک ہونے کا اختیار حاصل رہے گا مسلم لیگ کے جذبہ کے اظہار کا ایک طریقہ تھا۔ اس طرح ایک سلبی مفہوم میں کانگریس کی مجلس عاملہ کو یہ قرارداد کہ کسی علاقہ وار وحدت کے باشندوں کو ہندوستانی یونین میں رہنے پر مجبور کرنا کانگریسی حلقہ اور مسلم نشاء کے خلاف ہے۔"

## اختلاف کہاں ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اختلاف کہاں ہے جب ہندو سبھا کے باہمی بازو کے سوا تمام جماعتیں صوبوں کی خود مختاری پر رضامند ہیں جب کانگریس صوبوں کو

ابھی اختیارات دینے تیار ہے اور جبکہ یونین میں صوبوں کی شرکت بھی اختیاری ہے تو پھر اختلاف کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مرکزی حکومت کی حیثیت ترکیبی اور اقتدارات کی نسبت اختلاف ہے۔

اکثر ہندو اس ملک کو خود مختار ہندو اور مسلم مملکتوں میں تقسیم کرنے کے خلاف ہیں اور اکثر مسلمان مرکزی حکومت میں شریک ہونے آمادہ نہیں تاوقتیکہ ان کے ساتھ مساویانہ برتاؤ نہ کیا جائے۔ یہی ایک دشوار اور ناقابل مفاہمت صورت حال ہے جو ماہرین دستور کو مختلف فارمولے پیش کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ کوئی امریکی دستور کا نمونہ پیش کرتا ہے اور کوئی سوئٹزرلینڈ کا۔

پروفیسر کوپ لینڈ کی منطقہ واری اسکیم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ اسکیم تقسیم ہند اور ایک زبردست مرکزی حکومت کے مابین ایک درمیانی راستہ پیدا کرنا چاہتی ہے۔ ہندوستان کے عام صوبوں اور مرکز میں ایسی مخلوط حکومت قبول کرنے کی طرف مائل نہیں ہے جو ناقابل منقسم ہو۔

(کنڈیس۔ ٹائمز آف انڈیا)

# کیا کانگریس ناکام رہی؟!

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

پات کے نظام کو حق بجانب قرار دے کر اس کی زندگی کو طول کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ گاندھی جی نے چھوت چھات کی بڑی شدت سے مذمت کی ہے لیکن زبانی باتوں سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ چھوت چھات ذات پات کے نظام کا ایک رخ ہے اور ذاتوں کے وجود کو ورنا آشرم کے نظریہ سے تقویت پہونچتی ہے جو گاندھیت کا ایک اہم عنصر ہے۔ ورنا آشرم کا نظریہ نسلی برتری اور رنگ کے تعصب پر مبنی ہے۔ اس نے اعلیٰ ذاتوں کے تکبر کو حق بجانب قرار دیا ہے اور ہزار ہا سال سے کمزور مخلوق کو دبا رکھا ہے۔ اس نے ہندوؤں کے بہت سے طبقوں کو دوسرے مذاہب اسلام، عیسائیت وغیرہ میں سکون اور خودداری تلاش کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جنوبی ہند میں اس نے برہمن اور غیر برہمن کا جھگڑا کھڑا کر دیا ہے۔ ہمارے صوبہ کے لئے یہ ایک شرمناک بات ہے کہ ہوٹلوں میں کمرے "صرف برہمنوں کے لئے" اب بھی محفوظ کئے جاتے ہیں، مکانوں پر یہ تختیاں لٹکائی جاتی ہیں کہ "صرف برہمنوں کے لئے کرایہ پر دیا جاتا ہے"۔ ہمیں جنوبی افریقہ کی مذمت کرنے کا کیا حق ہے۔ ہمارے لیڈروں نے اس مسئلہ کو نظر انداز کرکے غلطی کی ہے۔ چھوت چھات مٹانے کے لئے انھوں نے بہت کچھ کہا لیکن ورنا آشرم کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا جس پر ذات پات کا سارا نظام مبنی ہے۔ نازیوں نے آقاؤں کی نسل کا تصور ہمارے شاستروں سے سرقہ کیا ہے جو یہ سکھلاتا ہے کہ اعلیٰ ذات حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوتی ہے اور ادنیٰ ذات اطاعت کے لئے۔ ہمارے موجودہ لیڈروں میں یہ جرأت نہیں پیدا ہوتی کہ اس برے ادارے کا قلع قمع کر سکیں۔ ذات پات کو مٹانا ناممکن نہیں ہے بشرطیکہ ہماری قوم اس کا تہیہ کرلے۔ تاریخ عالم میں بڑے بڑے انقلابات رونما ہو چکے ہیں۔ ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں طبقوں اور فرقوں نے یکایک اپنے حقوق حاصل اور مراعات سے دست برداری اختیار کرلی۔ ایسے تغیرات ہمارے ملک میں بھی رونما ہو چکے ہیں۔ دیسی حکومت ہمیں ایسا انقلاب پیدا کرنے سے روک نہ سکتی تھی۔

## ترقی معکوس

معاشیات میں گاندھیت نے جو خاص اضافہ کیا ہے وہ سودیشی کا تصور ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ مشین کے بغیر دیہات خودکفیل ہو جائیں۔ برقی قوت سے چلنے والی مشین اور بڑے پیمانہ پر مصنوعات کی پیداوار کی اس وجہ سے مذمت کی گئی کہ اس سے بیروزگاری پیدا ہوتی ہے۔ انسان کو سادہ زندگی بسر کرنی چاہئے۔ خواہشات اور احتیاجات میں اضافہ کرنا اور مادی آسائش کی اعلیٰ سطح پر نظر کرنا گناہ ہے۔ صنعتی ترقی سے متعلق یہی نقطۂ نظر اس بات کے مترادف ہے کہ ملک کو سائنس کے عظیم الشان اکتشافات سے محروم رکھا جائے لیکن ہندوستان عالمگیر قوتوں کے اثر سے زیادہ عرصہ تک علیحدہ نہیں رکھا جا سکتا۔ ہندوستان کو یا تو جدید فنون پر حاوی ہو کر زمانہ کا ساتھ دینا پڑے گا یا ہمیشہ کے لئے پست ہو کر صنعتی غلامی میں مبتلا ہونا اور ان اقوام کا محکوم رہنا پڑے گا جو روح عصر سے آشنا رہتی ہیں۔ دیہی صنعتوں میں کوئی خاص خوبی نہیں۔ شہروں سے زیادہ دیہاتوں میں بھی گندے مقامات ہوتے ہیں۔ گرنیوں کی طرح کھیتوں میں بھی سرمایہ داروں کی معاشی دست برد جاری ہے۔ گاندھیت نے ملک کی صنعتی ترقی میں رکاوٹ پیدا کی۔ ہمیں ان موانعات کو دور کرکے صنعتی تنظیم کا ایک جرأت آمیز لائحہ عمل مرتب کرنا چاہئے۔

## مفادات حاصلہ

برطانوی حکمرانی نے اس ملک کو سب سے بڑا جو نقصان پہونچایا ہے وہ یہ ہے کہ مفادات حاصلہ جیسے فرسودہ اداروں کو قائم رکھا۔ یہ ادارے ہمارے ملک کے لئے ایک بوجھ ہیں اور جاندار اداروں کے نشو و نما میں حائل ہوتے ہیں۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مفادات حاصلہ جیسے زمینداری ناگہانی حالات میں بدیسی قوت کے لئے عوام کے مقابلہ میں آڑے وقت پر کام آتے ہیں۔ گاندھیت نے بھی کاشتکاروں اور مزدوروں کے مقابلے میں بالواسطہ طور پر مفادات حاصلہ کی تائید کی ہے۔ اس عجیب و غریب روش کو حق بجانب قرار دینے کے لئے "امانت" کا نظریہ گھڑ لیا گیا ہے جس کے تحت مفادات حاصلہ کو زمینات کے وسیع رقبوں کا جن کے وہ قانوناً مالک ہیں "امین" بھی سمجھا گیا ہے اور یہ توقع کی گئی ہے کہ وہ ان زمینات کا ایسا انتظام کریں گے کہ ان پر محنت کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچے گا۔ اشتراکیت کا اس طرح خاکہ اڑانے سے ان کانگریسیوں کی سرگرمی ٹھنڈی پڑ گئی جو اشتراکی مسلک رکھتے تھے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم ان ساری بے سود باتوں کو خیرباد کہہ دیں اور ملک کے معاشی استحکام اور ان محنت کرنے والوں کی فلاح و بہبود کی تدبیریں اختیار کریں جو ملک کی دولت پیدا کرنے والے ہیں۔

## عدم تشدد

گاندھیت کی بین الاقوامی شہرت عدم تشدد کے نظریہ پر مبنی ہے۔ جب دلائل مخالف کو خاموش نہیں کر سکتے تو جو طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے وہ صرف قوت ہے مگر جس کا نتیجہ مصیبت اور ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ گاندھی جی کی یہ تلقین ہے کہ جسمانی قوت کے بجائے ستیاگرہ یا روحانی قوت استعمال کی جائے۔ چند معین حدود میں اور وہ بھی جہاں متخاصمین میں ظاہری اختلافات کے باوجود باہمی خیرسگالی کا جذبہ موجود ہو جیسا کہ گھریلو اور خاندانی جھگڑوں میں ہوتا ہے یہ متبادل صورت (یعنے ستیاگرہ) اختیار کی جا سکتی ہے اور ہمیشہ اختیار کی جاتی رہی ہے لیکن ہندوستان کی گزشتہ ربع صدی کی تاریخ یہ ثابت کر دے گی کہ سیاسی میدان میں یہ نام نہاد روحانی قوت کا استعمال بالکل ناموزوں ہے۔ جن لوگوں نے اس نظریہ کو اپنا مذہب بنا لیا ہے وہ حقائق کو دیکھتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جن کے دماغوں پر اعتقاد کی مہر نہیں لگائی گئی ہے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ نیا طریقہ استدلال کے قدیم طریقے ہی کی ایک خاص صورت ہے۔ اپنے مخالف سے بحث کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ اس سے خانگی گفتگو کی جا سکتی ہے۔ پبلک پلیٹ فارم پر بحث ہو سکتی ہے، اخباروں میں تنقید کی جا سکتی ہے، کارٹون چھاپے جا سکتے ہیں اور ریڈیو اور فلم وغیرہ کے ذریعہ اس کی مذمت کی جا سکتی ہے۔ ستیاگرہ بھی پروپگنڈے کی ایسی ہی ایک صورت ہے اور اس میں ایسی کوئی روحانی قوت نہیں جیسا کہ اس کے حامیوں کا ادعا ہے۔ ستیاگرہ کے حدود کو تسلیم نہ کرنے سے عوام میں غیر عقلی اعتقادات اور ناممکن توقعات پیدا ہوئیں۔ اس کا نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ ملک یہ سمجھنے لگا کہ محض بے عملی سے سیاسی قوت حاصل ہو جائے گی اور مفادات حاصلہ کو جن کو عوام کے توہمات سے تقویت پہونچ رہی ہے ایک جادو کی چھڑی سے ختم کر دیا جائے گا۔

## قومیت کے حدود

کانگریس عوام کے تخیل کو اس طرح مسخر کر سکتی اور نوجوانوں کے لئے اس طرح جاذبیت نہ رکھتی اگر وہ مکمل آزادی سے کم درجہ کا نصب العین پیش کرتی۔ تاوقتیکہ تمام قومی مملکتیں ختم نہ ہو جائیں اور دنیا میں بین الاقوامی حکومت برسر اقتدار نہ آجائے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ جائز مطالبہ ہے اور دنیا کے صحیح الخیال افراد اس سے ہمدردی اور اس کی تائید کریں گے۔ لیکن قومیت کے چند قدرتی حدود بھی ہیں جن کو آج بھی جبکہ قومی جنگیں برپا ہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انسان پر اپنے بنی نوع انسان کے کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک قوم پرست انسانی حیثیت سے بیگانہ نہیں ہو سکتا اور نہ وہ اپنی قوم کی غیر محدود آزادی کی خاطر انسانی آزادی اور امن عامہ کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کانگریسی لیڈروں نے ماضی میں اس خیال کی پرزور حمایت کی ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ برطانوی اور امریکی مدبرین نازی جرمنی کے ساتھ نرمی برت رہے تھے کانگریس نے ایسی پالیسی کے خطرات پر توجہ منعطف کرائی اور فاسسٹی خطرے کا مقابلہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا لیکن تاہم یہ ایک المناک واقعہ ہے کہ جب ان کانگریسی لیڈروں کے لئے اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کا نفسیاتی وقت آپہونچا تو انھوں نے اپنی پیش کش اور دنیا کی آزادی کے لئے لڑنے والوں کے مطالب کو جمع کرنے کا موقع کھو دیا۔ ہماری قومیت کی شدت نے ہمیں بین الاقوامی صورت حال کے حقائق سے ناآشنا کیا۔ ہندوستان کا ایک بہت بڑا برطانوی دوست مایوسی اور تلخی کے ساتھ واپس گیا۔ اس عجیب و غریب طریقۂ عمل کی

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

# سیاسی نمک پارے

از

## کشاف

آریہ پرتی ندھی سبھا کی مجلس عاملہ نے غذائی صورت حال سے متعلق ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ:-

> حکومت کا اچھے سے اچھا اقدام بھی عوام کے کامل تعاون کے بغیر وہ نتائج حاصل نہیں کر سکتا جو کہ پیدا ہونے چاہئیں۔ غذائی کونسل میں عوام کے ارکان کی اکثریت اس لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی نئے سیاسی حقوق حاصل کئے جائیں یا کوئی مطالبہ کھڑا کیا جائے بلکہ غذائی مسئلہ کو سلجھانے اور طے شدہ مسائل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے عوام کے نمائندہ ارکان کے ہاتھ میں حقوق و اختیارات کا ہونا بھی لازمی و لابدی ہے۔

ہم اس خیال سے بالکل متفق ہیں اور ہماری بھی یہی رائے ہے کہ حقوق و اختیارات لیڈروں کو حاصل رہیں اور ذمہ داری حکومت پر عائد رہے۔

---

قارئین اخبارات میں سے ایک صاحب نے دریافت کیا ہے کہ:-

> آریہ پرتی ندھی سبھا کی مجلس عاملہ نے ملک کی غذائی صورت حال پر کامل غور و خوض کے بعد ایک طویل قرارداد منظور کی مگر اس قرارداد میں ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

جہاں تک ہم نے سنا ہے آریہ پرتی ندھی سبھا ایک مذہبی ادارہ ہے جس کو معاشی اور خاص کر سیاسی مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔

---

نشرگاہ حیدرآباد دکن سے متعلق ایک خاص پروگرام پیش کر رہا ہے۔ اس پروگرام کے ذریعہ انسان دوست احساسات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ (ایک خبر)

ضرورت ہے کہ اس پروگرام میں ان لوگوں کی بھی تقریریں رکھی جائیں جو غلہ آڑ لینے کے عادی رہے ہیں۔

---

کیونکہ آج کل تاجران غلہ "آج نقد کل ادھار" کے اصول پر عمل کر رہے ہیں۔

---

اس سال نمائش مصنوعات ملکی میں کلیہ ورزش جسمانی کی جانب سے ایک اسٹال قائم کیا جائے گا جس میں اس بحث کا قطعی اور آخری فیصلہ ہوگا کہ معلمات کی صحت بہتر ہوتی ہے یا نرسوں کی (ایک غیر مصدقہ خبر)

اگر اس بحث کا تصفیہ کشتی یا زور آزمائی کے دیگر طریقوں سے ہوگا تو مقابلہ کی تاریخ، وقت اور شرح ٹکٹ کا اعلان قبل از قبل ہو جانا ضروری ہے۔

---

حمایت ساگر کا دودھ گھر (ڈیری) اور محکمۂ مچھلیات بھی نمائش مصنوعات ملکی میں اسٹال قائم کر رہے ہیں۔ (ایک خبر)

اس خبر کو سن کر ہمارے ایک دوست یہ شعر گنگنانے لگے ؎

شیر رواں کے اندر مچھلی بنائی تو نے
مچھلی کے تیرنے کو شیر رواں بنایا

---

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کی نمائش سابقہ نمائشوں سے بہت زیادہ شاندار ہوگی۔ اس کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ حلقۂ تفریحات میں چند مشہور فلم اسٹار مثلاً ممتاز شانتی، منورما، مینا، رتن بائی وغیرہ کے ناچ اور گانے ہوں گے (نامہ نگار)

مجلس بلدیہ متوقع یہ مطالبہ کرنے والی تھی کہ تفریحات پر ٹیکس لگایا جائے مگر یہ سعادت تو نمائش کمیٹی کے حصہ میں تھی۔ ہم نمائش کمیٹی کو مبارکباد دیتے ہیں۔

---

ایک صاحب نے استفسار کیا ہے کہ:-

> مولوی مظہر علی صاحب افسر انسداد رشوت ستانی خاموش کیوں ہیں؟

اس کا جواب بالکل آسان ہے۔ ہر مہم سے قبل تیاری ضروری ہے چنانچہ ہٹلر اور توجو نے بھی کافی تیاری کے بعد اقدام کیا۔ ممکن ہے کہ مولوی صاحب موصوف بھی مہم آغاز کرنے سے قبل کی تیاری میں مصروف ہوں اور یوں بھی ہر طوفان سے پہلے سکون و جمود طاری رہتا ہے۔

---

سوویٹ روس میں مذہبی آزادی۔ (ایک سرخی)

یہ کیا ہو رہا ہے! ۱۹۴۴ء میں سوویٹ روس کی یہ رجعت پسندی! کامریڈز ایسوسی ایشن کے ارکان کو چاہئے کہ روس پہونچ کر "جاگو جگاؤ" کے نعرے بلند کریں۔

---

گھریلو صنعتوں کی کمیٹی کی صدارت پر مولوی سجاد مرزا صاحب کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔ یہ کمیٹی تنظیم مابعد جنگ کے سلسلہ میں قائم ہوئی ہے۔ (دکن نیوز)

ہماری اطلاع یہ ہے کہ قائد ملت کو گھریلو صنعتوں سے زیادہ بیرونی صنعتوں مثلاً کشمیری شال وغیرہ سے دلچسپی ہے۔

---

مرکزی مقننہ کی کانگریسی جماعت نے فیصلہ کیا ہے کہ ملک کی نازک غذائی صورت حال کے مدنظر مقننہ کا بائیکاٹ ختم کر دیا اور آئندہ اجلاس میں شریک ہونا چاہئے۔ (ایک خبر)

دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے

---

طلبہ جامعہ عثمانیہ نے ارباب جامعہ سے یہ درخواست کی تھی کہ روشنی کی قلت اور برقی روشنی پر تحدید کی وجہ سے مطالعہ میں دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں اس لئے جامعہ کے اوقات صبح میں رکھے جائیں۔ اس درخواست پر غور کرنے کے لئے سنا جا رہا ہے کہ ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس نے یہ فیصلہ کیا کہ اوقات تعلیم (۱۰ تا ۴) مقرر کئے جائیں۔ طلبہ کی طرف سے یہ عذر کیا جا رہا ہے کہ یہ اوقات ایسے ہیں کہ ان کی پابندی کرنے کی صورت میں نہ صرف صبح کو مطالعہ کا وقت نہیں مل سکتا بلکہ سہ پہر کو بھی جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد دن کی روشنی بہت کم باقی رہ جاتی ہے۔ (ایک مراسلہ)

یہ تو وہی مثل ہوئی "گئے تھے نماز بخشوانے روزے گلے پڑے"۔

---

کالی کٹ میں تقریر کرتے ہوئے مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو نے فرمایا کہ:-

> "اردو زبان کی ترقی میں غیر مسلم اصحاب کا بہت بڑا حصہ رہا ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ دو سو سے زیادہ یوروپین اور اینگلو انڈین حضرات اردو کے شاعر گزرے ہیں۔"

جب تک مسٹر ہیروکن اس واقعہ کی توثیق نہ کرے ہم اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

---

# ٹریزری بلز (خزانۂ ہندی) کی اجرائی

اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی نے حیدرآباد میں ٹریزری بلز کے طریقہ کو رائج کرنے کی تجویز کو شرفِ منظوری عطا فرمایا ہے۔ یہ بلز حیدرآباد اسٹیٹ بنک کی معرفت جاری کئے جائیں گے۔ برطانوی ہند میں ٹریزری بلز کا طریقہ بہت اطمینان بخش رہا ہے۔ اس لئے کہ ان کی اجرائی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فاضل رقموں کو بازار سے ایسے زمانہ میں حاصل کیا جائے جبکہ ختم سال پر سرکاری ستونوں میں تو بالعموم کمی ہو جاتی ہے لیکن بازار میں ایسی فاضل رقمیں کثرت سے ہوتی ہیں جو تجارتی اغراض کے لئے درکار نہیں ہوتیں۔ بازار سے جو رقمیں اس طرح حاصل ہوتی ہیں وہ عام طور سے ایسے زمانہ میں واپس کی جاتی ہیں جبکہ مالگذاری وغیرہ کی وصول یابی کی وجہ سے حکومت کی نقد سکک بڑھ جاتی ہے اور کاروباری اور پیداوار کی خرید و فروخت اور دوسرے تجارتی اغراض کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ طریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے حکومت کے لئے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ کم نقد سکک رکھ کر کام کر سکے اور جب ضرورت ہو تو بازار کے کاروبار میں مزاحمت کئے بغیر ٹریزری بلز کے ذریعہ کم شرح سود پر تھوڑی مدت کے لئے رقمیں حاصل کر سکے۔

چونکہ حیدرآباد کی پبلک اس طریقہ کار سے واقف نہیں ہے جو ٹریزری بلز کے متعلق برطانوی ہند میں رائج ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طریق کار کی وضاحت کر دی جائے۔ جب حکومت ٹنڈروں کی طلبی کا فیصلہ کرے گی تو محکمہ فینانس کی جانب سے ایک اعلامیہ پبلک کی واقفیت کے لئے بذریعہ اہم بنکوں، فرموں، دلالوں وغیرہ کی اطلاع کے لئے جاری کیا جائے گا۔ اعلامیہ میں اس کی صراحت کی جائے گی کہ ٹنڈر کس تاریخ پر قبول کئے جائیں گے کتنی رقم کے لئے ٹنڈر درکار ہیں اور کس تاریخ پر منظورہ ٹنڈروں کی رقم وصول کی جائے گی۔

حیدرآباد اسٹیٹ بنک کے دفتر میں کسی نمایاں مقام پر ایک مقفل صندوقچہ رکھا جائے گا جس پر ٹریزری بلز سرکار عالی کے ٹنڈر لکھا ہوگا۔ صندوقچے کی کنجی ایسے عہدہ دار کے پاس رہے گی جن کے تفویض ٹنڈروں کو کھولنے کا کام کیا جائے گا اور جو اس کے ذمہ دار ہوں گے مقررہ وقت سے پہلے صندوقچہ نہیں کھولا جائے گا جو ٹنڈر مقررہ وقت کے بعد پیش ہوں گے وہ قبول نہ کئے جائیں گے بلکہ پیش کرنے والوں کو واپس کر دئے جائیں گے۔

ٹنڈر کے لئے وہ فارم جس میں مقررہ فارم پر دینے ہوں گے کسی اور طریقہ پر جس سے صاف طور پر یہ واضح ہو کہ جن بلز کے لئے درخواست کی گئی ہو ان کی میعاد کیا ہے مطلوبہ بلز کی مقدار رقم کتنی ہے اور ٹنڈر پیش کرنے والا کس شرح پر خریدنے پر آمادہ ہے۔ ہر سو روپے عرفی پر پیش شدہ شرح کو روپیہ آنہ پائی میں ظاہر کیا جائے گا۔

ٹنڈروں کو کھولنے کے بعد حیدرآباد اسٹیٹ بنک وصول شدہ ٹنڈروں کے اعداد سے محکمہ فینانس کو جلد از جلد مطلع کرے گا اور ٹنڈروں کی تعداد اور ہر شرح والے ٹنڈروں کی مجموعی مقدار کو علحدہ علحدہ درج کیا جائے گا۔ ٹنڈروں کے بارے میں یہ اطلاع وصول ہونے پر محکمہ فینانس ٹنڈروں سے متعلق تصفیہ کی بابت ایک یادداشت مرتب کرے گا جو دوسرے دن صبح کو شائع کی جائے گی۔ منظورہ ٹنڈر پیش کرنے والوں کے لئے جو مقدار مقرر کی جائے گی منظورہ ٹنڈر پیش کرنے والوں کے لئے جو مقدار مقرر کی جائے گی۔ اس کے متعلق انہیں اس طرح اطلاع دیدی جائے گی کہ وہ دوسرے دن کاروبار شروع ہونے کے وقت تک اس سے مطلع ہو جائیں۔ جن لوگوں کے ٹنڈر قبول نہ کئے جائیں گے انہیں بھی اس کی اطلاع دے دی جائے گی۔ اگر وصول شدہ ٹنڈر پیش کی ہوئی رقم سے زیادہ ہوں تو حسب ضرورت مناسب تقسیم کی جائے گی۔ دس ہزار روپے کے حاصل ضرب کے اعتبار سے تقسیم کی مقداریں مقرر کی جائیں گی۔ اگر کسی وقت مناسب معیار پر حساب لگانے سے کسی شخص کے لئے مقرر کی ہوئی مقدار دس ہزار یا اس کے حاصل ضرب سے کم یا زیادہ ہو تو محکمہ فینانس کو اس کا پورا اختیار ہوگا کہ:

(الف) کسی خاص ٹنڈر پیش کرنے والے کے لئے اعلان کردہ مقدار سے کم یا زائد شرح مقرر کرے تاکہ مقرر کی ہوئی مقدار کم سے کم دس ہزار روپے یا اس کا کوئی حاصل ضرب ہو جائے۔ یا۔

(ب) اگر اس صورت میں مقدار مقرر کرنا ہی زیادہ مناسب ہو تو کوئی مقدار مقرر ہی نہ کرے۔

اگر کوئی ٹنڈر پیش کنندہ بینہ معاہدہ کی تاریخ پر وصول نہ کرے گا جس کا ذکر اس کے موسومہ خطاب تقسیم میں کیا گیا ہو تو محکمہ فینانس کو اختیار ہوگا کہ دوسرے اعلیٰ ترین ٹنڈر کو قبول کرے اور سابقہ ٹنڈر پیش کنندہ سے نقصان کی پابجائی لے۔

(معلومات حیدرآباد)

"اس حکم کا اطلاق پارچہ باقی کے کارخانوں کے مالکوں یا ان لوگوں پر نہ ہوگا جو ایسا کپڑا فروخت کرتے یا ایسے کپڑے کا ذخیرہ رکھتے ہوں جس کو انھوں نے خود یا ان کے خاندان کے لوگوں نے بنایا ہو۔

اس حکم کے متعلق مزید تفصیلات جریدہ سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔

(معلومات عامہ)

# پارچہ فروش اجازت نامے حاصل کریں

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت قاعدہ (۴۲) ذیلی قاعدہ (۲) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی صدر اعظم بہادر بااجلاس باب حکومت کو حاصل ہیں پارچہ فروشی کی نگرانی کے متعلق ایک حکم جاری کیا گیا ہے جو جریدہ میں شائع ہونے کی تاریخ سے کل ممالک محروسہ سرکار عالی میں نافذ ہوگا۔ اس حکم کے تحت سرکاری پارچہ بیچنے والے بیوپاری یا پھیری والے کے لئے لازم ہوگا کہ وہ بلدہ حیدرآباد کی حد تک کمشنر پارچہ اور اضلاع میں متعلقہ ناظم ضلع سے ایک مخصوص فارم پر درخواست پیش کر کے اجازت نامہ حاصل کرے جس کی فیس کپڑا بیچنے والے بیوپاری اور پھیری والے کے لئے بالترتیب دار مبلغ تین روپے اور آٹھ آنے ہوگی۔ ان لوگوں کو جو اس حکم کے نفاذ کی تاریخ کے وقت کپڑے کا کاروبار کر رہے ہوں ایسی درخواستیں تاریخ مذکورہ سے ایک مہینے کے اندر پیش کرنی ہوں گی۔

اس حکم کی رو سے اگر کوئی درخواست کنندہ غلط مواد فراہم کرے یا اجازت نامہ کی شرائط کی خلاف ورزی کرے تو عہدہ دار مجاز اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرنے کے علاوہ اس کا اجازت نامہ بھی منسوخ کر سکے گا۔ عہدہ دار مجاز کی جانب سے مامور کئے ہوئے عہدہ دار کو اس کا اختیار ہوگا کہ وہ ایسے مقام یا اس کے کسی بٹے ہوئے حصہ کا معائنہ کرے جہاں اس کو یہ باور کرنے کی وجہ ہو کہ اس حکم کی خلاف ورزی میں پارچہ بیچا یا جمع کیا جا رہا ہے۔ ایسا عہدہ دار کسی پھیری والے کو یہ حکم بھی دے سکے گا کہ اپنا اجازت نامہ معائنہ کے لئے پیش کرے۔

اس حکم کے تحت جاری کئے ہوئے اجازت نامے اس مدت تک نافذ رہیں گے جن کی صراحت اجازت نامہ میں کی گئی ہو لیکن ان کی تجدید ہر سال ایک روپیہ ادا کرنے پر ہو سکے گی۔ "

# کس زبان کو مشترکہ زبان بنانا چاہیئے

مشترکہ زبان کی ضرورت تسلیم کر لینے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے لئے کس زبان کو منتخب کرنا چاہیئے۔ ہندوستان کی مشترکہ زبان میں دو اوصاف کا ہونا ضروری ہے یعنی۔

(۱) اندرون ملک اُسے قبول کر لینے کی ایسی پرورش یافتہ صلاحیت موجود ہو جو ضروریات زمانہ کے مطابق جا سکے۔

(۲) جن بیرونی ممالک سے ہندوستان کی آزادی کے حصول کا براہ راست تعلق ہے ہندوستان کی مشترکہ زبان اُن ممالک سے روابط میں فطری طور پر مفید و معاون ہو۔

اس کسوٹی پر ہندوستان کی مختلف زبانوں کو جانچ لیجئے جو پوری اُترے وہ ہماری مشترکہ زبان ہے ہندوستانی کا وہ مفہوم جسے اُردو کہا جاتا ہے اس کسوٹی کے عین مطابق ہے۔ ہم مختلف ماخذوں سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہ ہندوستانی جسے اُردو کہا جاتا ہے۔ پورے ملک میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ اُردو بڑی آسانی کے ساتھ ایشیا کی لنگو فرینکا اور ہندوستان کی مشترکہ زبان بن سکتی ہے

گو مزید ضرورت تو نہ تھی لیکن ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں کچھ اور شہادتیں پیش کئے دیتے ہیں۔ خطبات گارسن ڈی تاسی۔ بارہواں خطبہ صفحہ ۳۶۵

(۱) "موسیو دیوپال نے اپنی کتاب "اقوام کی پیدائشی قوت" میں ہندوستان کے متعلق ایک باب رکھا ہے۔ اس باب کا عنوان "تصویر ہند" ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ برطانوی ہند کی مردم شماری کی تعداد کے مطابق اُس وقت اٹھارہ کروڑ ستی لاکھ ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان تقریباً بیس کروڑ نفوس کے درمیان جو ایک مشترک رشتے کا کام دیتی ہے۔ وہ اُردو زبان ہے"

"اُردو زبان ہندوستان میں تجارت اور سیاست میں بہت کام آتی ہے اس کے علاوہ ہندوستان میں جتنے یوروپین ہیں وہ اسی زبان کے توسط سے اہل ہند کے ساتھ تعلقات پیدا کرتے ہیں"
(خطبات گارسن دتاسی پہلا خطبہ صفحہ ۳۰۳)

(۲) اُردو صحیح معنوں میں ہندوستان بھر کی لینگو فرینکا یعنی عام زبان ہے" (اسٹری آف اردو لٹریچر کا ترجمہ مقدمہ صفحہ ۱۹۹)

(۳) مشہور مستشرق ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی ضخیم کتاب لکھی کا اس کا ملہ ہے، "تمدن ہندوستان" پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کا ترجمہ سید علی بلگرامی مرحوم نے "تمدن ہند" کے نام سے کیا ہے اس ترجمہ کے صفحہ ۲۴۴ پر تحریر ہے۔

"یہ گویا ملک کی دو کنی زبان ہے اور اسی میں بہت کچھ خط و کتابت ہوتی ہے اور اخبارات چھپتے ہیں۔ فرنگستان میں اشخاص کو ہند کے لوگوں سے کام پڑتا ہے اُن کے لئے اُردو کا جاننا لازمی ہے"

(۴) روس کے سینٹ پیٹرس برگ گزٹ میں اپنے حکام متعینہ وسط ایشیا کے لئے کچھ احکام جاری کئے تھے۔ روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۰ء نمبر ۲ جلد ۱۲ مطبوعہ لاہور صفحہ ۳ پر لنڈن کے مشہور اخبار مارننگ پوسٹ کے حوالے سے ان کا ترجمہ شائع ہوا تھا جس کا متعلق حصہ ہم درج کرتے ہیں۔

"وسط ایشیا میں روسی تجارت کی آئندہ ترقی کے معاملے میں ہندوستانی زبان کو خصوصیت سے دخل ہے اور یہ ایک ایسی زبان ہے جسے کئی فوائد کے لئے حاصل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ نہیں اس زبان کی تعلیم کو ہر ایک صورت سے ترقی دینے کی کوشش کرنا چاہیئے اگر اسے لازمی نہ قرار دیا جائے تو بھی وسط ایشیا کے اہل ملازمت کے لئے اس کا جاننا ضروری ہونا چاہیئے کیونکہ ایشیا میں سمرقند سے لے کر افریقہ میں زنجبار تک زبان مذکور کے بولنے والے پائے جاتے ہیں۔ سرکاری خرچ سے اس زبان کی تعلیم کے لئے مدرسے قائم ہونا چاہئیں جہاں کے کامیاب طلباء کو آئندہ زمانہ ملازمت میں وسط ایشیا پنجاب کی اقوام اور لوگوں سے گفتگو کرنے میں سہولت ہوگی۔ چینی زبان کے بعد اردو زبان ہے جو دنیا کے بہت بڑے حصے میں بولی جاتی ہے اور سرحد ترکستان سے افریقہ تک جہاں ہندوستانی بکثرت آباد ہوتے ہیں یہی زبان علاوہ مشکلات خیال کی جاتی ہے اگر صرف ذاتی اغراض سے ہندوستانی زبان کی تخصیص کو لازمی سمجھا ہے تو روسی عہدہ داروں کے لئے زبان مذکور کی تعلیم کتنی کچھ ضروری نہ ہوگی جو ہمارے ایشیائی مقبوضات اور ہندوکش کے ان دروں میں جو پنجاب کو جاتے ہیں بولی جاتی ہے۔ تمام روسی یونیورسٹیوں، ٹیکنیکل فوجی کالجوں اور وسط ایشیا کے خاص مدارس میں ادبی و علمی سب طالب علموں کے لئے ہندوستانی زبان کا پڑھنا لازمی ہونا چاہیئے"

یہ ۱۸۹۹ء میں یورپ کے ایک بڑے حصے کے مدبروں کی رائے تھی اب جبکہ نشر و اشاعت کی آسانیاں نے زبان کے اختلاط اور آسان اور انقلابات نے سیاست کو اور ضروری کر دیا ہے۔ وسط ایشیا میں اُردو کی صدود مقامی ایسی ہے جیسی ایک مشترک زبان کی ہونا چاہیئے ہندوستان میں مغربی علوم اور مغربی اصول زندگی کے تصادم سے اُردو کو بہت فائدہ پہنچا ہے۔ اردو نے تقریباً تمام ضروریات زندگی کے لئے الفاظ مقرر کر لئے ہیں عملی زندگی کے تمام ضروری سامان کے اسماء ایجاد ہو چکے ہیں۔ علمی اصطلاحات مقرر ہو چکی ہیں تصنیفات اور تراجم نے مغرب کے خیالات اُردو میں منتقل کر دیے ہیں۔ اب اُردو ہر لحاظ سے دنیا کی ترقی یافتہ زبان ہے۔ ہندوستان میں پریس انگریزی کے بعد اُردو کے قبضے میں ہے اور رائے عامہ اردو کی مدد سے تیار کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جو طبقہ ہندوستان کی دوسری زبانوں کا اثر قبول کرنے کے لئے ہمیں مجبور کر رہا ہے خود اس کے اندر اردو کو قبول کرنے کی ایسی پرورش یافتہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ چاہے تو ایک ثانیہ میں اس کا تمام نظام بغیر کسی ضرر اور نقصان کے اردو میں منتقل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی تمام قوموں کے متعدد روزنامے اُردو میں شائع ہوتے ہیں اور اُردو ہی میں اُردو پر اعتراض کئے جاتے ہیں۔

## اگر اُردو قبول نہیں کی گئی تو ......

اگر اُردو نہیں قبول کی گئی تو ...... اس سوال کا جواب یہی نظر آتا ہے کہ یا تو ہمیں ملک کو خود مختار اور آزاد صوبوں میں تقسیم کر کے ہندوستان کی مرکزیت کا جنازہ اٹھانا پڑے گا یا کوئی دوسری زبان قبول کریں گے لیکن اس دوسری زبان کے قبول کرنے سے کئی ضرر پہنچنے کا احتمال ہے۔ پہلا ضرر تو یہ نظر آتا ہے کہ شمالی ہند کا وہ حصہ جو اُردو سے اس قدر مربوط ہو چکا ہے کہ کسی طرح اسے چھوڑ نہیں سکتا فطرتاً اردو کو چھوڑ دینے کی خواہش رکھنے والوں سے متصادم ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ گاندھی جی کے ان الفاظ کی روشنی میں کہ اُردو مسلمانوں میں رہے گی۔ اور ہندی ہندوؤں میں پورے ملک کی تقسیم کا سوال جڑ پکڑ جائے۔ چنانچہ گاندھی جی کے ایسے ہی الفاظ سے متاثر ہو کر اقبال مدینہ بجنور رجبیا کانگریسی آرگن بھی لکھتا ہے:

"اگر ہندو دوست اس جذبہ کے تحت شمالی ہند کی زبان کو سنسکرت بنانے پر اصرار کریں گے تو اس کا قدرتی ردعمل یہ ہوگا کہ پھر مسلمان اسے عربی اور فارسی بنا ڈالنے پر مصر ہوں گے۔ اگر ہندو دوست پرتھوی راج کی تہذیب کا تذکرہ کر کے راجہ بھوج اور بکرماجیت کے عہد کو واپس لانا چاہیں گے تو پھر مسلمان ہارون رشید اور مامون رشید کو دوبارہ دیکھنا پسند کریں گے

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں وہ مسلمانوں کو یعنی پنجاب، سندھ، کشمیر، بلوچستان اور بنگال میں قرطاس ابیض اور عرب اخوان کی فضا پھیلے اور جنوب میں اجلا پتر اور ساتھ مسلمان کی ذہنیت ترقی پکڑے ایک ہے کہ پراچین کال کی طرف دیکھو اور ہر چیز میں اسی کا رنگ پیدا کرو اور دوسرا کہے کہ ہارون الرشید اور محمد بن قاسم کو یاد کرو اور سارے ہندوستان کو اسی رنگ میں رنگ دو۔ کیجئے پھر کیا کستان بنایا نہیں (مدینہ ۵ دسمبر ۱۹۴۵ء کالم ۲)

دوسری مشکل جو پیش آئے گی کہ عربی اور فارسی کے وہ الفاظ جو شمالی ہند میں زیادہ تر اور پورے ملک میں کم عموم لوگوں کی زبانوں پر چڑھ گئے ہیں انہیں ہٹانا اور ان کی جگہ دوسرے الفاظ کے استعمال پر مجبور کرنے کے لئے بہت وقت اور کوشش کی ضرورت ہوگی۔ وقتی طور پر جگہ بنا کر شکل تو ضرور ہو جائے گا لیکن تو کوششیں انہیں عام فہم بنانے کے لئے صرف ہوں گی اگر ہم موجودہ الفاظ کو بحفظ ہی سے رائج رہیں تو دوسری ضرورتوں کے مہیا کرنے کے لئے وہ کوشش بچ رہے گی کہ کوشش ہیں ابتدا سے کرنا پڑے گی۔ اس لئے ہم پھر شروع سے چلیں گے اور اس وقت جو زبان ہو چکی ہیں وہ بے معنی ہو جائیں گی۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اردو نے زندگی کی ضروریات کے مطابق جانے کے لئے اور انسانی زندگی کی عام ضروریات کے جدید سامنے کرنے کے لئے بہت کچھ کاروبار اور علمی اصطلاحات کی توضیح کو وہ کام اب تک کیا ہے وہ بالکل بیکار ہو جائے گا۔ مثلاً سلیٹ، بٹن، بوتل، میز، کرسی، قلم وغیرہ بے شمار الفاظ کے لئے نئے لفظ ڈھونڈنے ہوں گے جن کا پتہ قدیم زمانے کی کسی زبان میں نہیں ملتا اور جنہیں اردو نے قبول کر لیا ہے۔ لیکن یہ مشکل ایک جدید زبان کے ذریعے ترقی کی مشکل سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔ پھر عام ضروریات کے لئے اس قدر نئے الفاظ بنانا، قدیم الفاظ کو لوگوں کے دلوں سے بھلانا اور نئے الفاظ کو رائج کرنا کس قدر مشکل اور وقت طلب سوال ہے۔ اور ان تمام محنتوں کے بعد وہ زبان اسی قدیم نام سے پکارے جانے کی مستحق ہوگی یا کوئی جدید زبان ہوگی۔ مدینہ ہر آن ہے کہ وحدت مشرق سے آزادی لینے کا وہ خیال کسی دوسری زبان کو قبول کرنے سے تو بہ کی راہیں مسدود ہے گا۔ ان ہی تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر گارسن ڈی ٹاسی نے کہا ہے:

> (۱) میرے خیال میں اردو کے مقابلہ میں ہندی کی جانب توجہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے آج کل کی جدید یونانی کی جائے قدیم یونانی کی طرف توجہ کی جائے۔ (خطبات صفحہ ۱۳۲)
>
> (۲) مہد محسوس کیا گیا ہے کہ اردو کی جگہ ہندی کو رواج دینا ایک بے مقصد چیز ہے جو ہندی کی بہت ساری بولیاں ہیں جن میں ایک بھی کلاسک معیاری نہیں یہی جاسکتی حالانکہ شمالی ہند کی اردو کلاسک حیثیت رکھتی ہے اور ایک دن ایسا ضرور آئے گا جبکہ اردو کی بدولت ہندوستان کی ۲۰ کروڑ مخلوق میں رشتۂ اتحاد استوار ہوگا۔ (خطبات صفحہ ۵۳۸)

سنسکرت محدود علمی طبقے کی زبان رہ گئی اور عوام ایک دوسری بولی بولنے لگے یہ محدود زبان جو اس زمانہ کی ضروریات زندگی کو شاید پورا کر سکتی ہو۔ اب بہر حال انسانی راحتوں اور انسانی زندگی کے جدید اسلوبوں اور نئے علوم کی اصطلاحوں کو اپنے دامن میں لینے کی وسعت نہیں رکھتی اس کی طرف رجوع کرنے کے معنے یہ ہیں کہ یا تو جدید نام اور جدید اصطلاحیں جوں کی توں سنسکرت میں داخل کر لی جائیں یا ان کے لئے جدید نام وضع کئے جائیں۔ ملاحظہ کیجئے تاریخ ادب اردو صفحہ ...

> (۱) چونکہ اس زبان میں اکثر دوسری زبانوں کے مخصوص الفاظ و حروف شامل ہیں مثلاً عربی، فارسی، ترکی و سنسکرت وغیرہ۔ لہٰذا بہ نسبت دوسری ملکی زبانوں کے نئے علم جدید اور نئی خیالات کو بھی طرح ظاہر کرنے اور قدرتی شائستگی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔
>
> (۲) اردو ایک نہایت وسیع زبان ہے اور اس میں متعدد زبانوں کے الفاظ بکثرت شامل ہو گئے ہیں جس سے کسی نئی شئے یا جدید مضمون کے لئے الفاظ و اصطلاحات کے بنانے میں آسانی ہوتی ہے۔
>
> (ماخوذ از مشترکہ زبان)

## آرڈیننس انسداد منافع خوری ذخیرہ اندوزی

بمبئی ۱۰ دسمبر - خیر ولی، صوبہ کمشنر و جنرل سکریٹری مسٹر ایس دیسائی نے ایک صحافتی کانفرنس میں خور و نوش انسداد منافع خوری و ذخیرہ اندوزی کے اغراض و مقاصد کی توضیح کی۔ انھوں نے کہا کہ اس ملک اتر میں خوردہ فروش، تھوک فروش، تیار کرنے والے اور درآمد کرنے والے سب شامل ہیں۔ یہ فرض کر لینا ایک غلطی ہے کہ آرڈیننس صرف ان اشیا کے لئے ہے جن کا کہ کنٹرولر جنرل نے اس کے نفاذ کے بعد اعلان کیا ہے۔ جو اعلانات جاری کئے گئے ہیں ان میں مختلف اشیاء کے اختیار معلوم کئے گئے ہیں۔ ان میں وہ نہیں بتایا گیا ہے"

## تنظیم مابعد جنگ کی کمیٹیاں

حیدرآباد ۱۰ دسمبر - مجلس تنظیم مابعد جنگ کی بارہ کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) آبپاشی و برقی ترقی کی کمیٹی (۲) عام صنعتیں بہ استثنا ان صنعتوں کے جو کمیٹی نمبر ۳ و ۴ سے متعلق ہیں۔ اس کمیٹی کے صدر نشین مولوی میر لائق علی صاحب (۳) گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی کمیٹی مولوی محمد بہادر خان صاحب صدر نشین ہیں (۴) الف سوتی اونی یا ریشمی خزانی کپڑے کے سامان کی صنعتوں کی کمیٹی۔ آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس اس کمیٹی کے صدر نشین ہیں۔ (۴) (ب) مواصلات کی کمیٹی مسٹر جنگل رینکٹ راما ریڈی صدر نشین (۵) کاروبار سرکاری و دیگر سامان اسواسے دہوسے آنریبل راجہ دھرم کرن بہادر صدر المہام تعمیرات صدر نشین (۶) سائنٹفک اور صنعتی تحقیقاتی کمیٹی صدر المہام تجارت و صنعت و حرفت صدر نشین (۷) تعلیماتی کمیٹی (۸) بالخصوص فنی تعلیم بشمول زراعتی - نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام تعلیمات صدر نشین اور صنعتوں کے لئے عملہ جات کی فنی تعلیم و تربیت کی کمیٹی آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس صدر نشین (۹) دیہی ترقی کی کمیٹی آنریبل صدر المہام مال صدر نشین (۱۰) قوت انسانی کی کمیٹی (۱۱) صحت عامہ کی کمیٹی ان دونوں کمیٹیوں کے صدر نشین نواب خسرو جنگ بہادر صدر المہام خود ہیں (۱۲) مالیات زر اور بنک شماری تبادلہ و تجارت کی کمیٹی آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام فینانس صدر نشین۔

۳۰ دسمبر - یہ کہ صرف انہی اشیا پر اس آرڈیننس کا اطلاق ہوگا۔ مسٹر دیسائی نے اس بات پر زور دیا کہ آرڈیننس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ منافع کی کوئی علی حد مقرر کر دی جائے بلکہ اس سے منافع کی معمولی حد کو آگے بڑھنے سے روکنا مقصود ہے۔

## نوٹس

حیدرآباد دسلک مزعہ جدید حیدرآباد دکن
مذکورہ بالا کمپنی کی پانچویں جنرل باڈی میٹنگ بتاریخ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۔۔۔ ۱۳۵۵ف بروقت چار ساعت شام بمقام رجسٹرڈ آفس کمپنی واقع ٹیلی افضل گنج حیدرآباد مقرر ہے۔

حسب الحکم بورڈ
سید محمد علی موسوی
مینجنگ ایجنٹ و سکریٹری

# ہندوستان کو غذائی درآمد کی ضرورت

## مسٹر آرتھر مور کا صحافتی بیان

نئی دہلی ۸ نومبر۔ مسٹر آرتھر مور نے ایک صحافتی کانفرنس میں اعلان کیا کہ بیرون ہند سے ہندوستان کو غذا اور اشیاء صارفین کی رسدات کی ضرورت ہے۔

موصوف نے مزید یہ اعلان کیا کہ ہمیں دو ضروریات کا مقابلہ کرنا ہے اولاً بنگال اڑیسہ اور جنوبی ہند کے وسیع رقبوں کی فوری امداد اور امراض متعدی کے اچانک اور یکلخت سیلاب کا مقابلہ کرنے کے لئے طبی اور صفائی کے لائحۂ عمل کی تیاریاں اور ثانیاً اس غیر فطری غربت کے اساسی سبب کے مقابلہ کے لئے ایک طویل المیعاد لائحۂ عمل کی ضرورت ہے۔

موصوف نے اپنے اس سابقہ مضمون کے اقتباسات پیش کئے جو سنہ ۱۹۴۱ء میں سپرد قلم کیا گیا تھا اور جس میں موصوف نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ بالآخر فاقہ کشی عام ہو جائے گی۔ اور اسی بناء پر موصوف نے اپنے اس سابقہ مضمون میں لائحۂ عمل مرتب کرنے کی وکالت کرتے ہوئے۔ اپل روس کی ستائش کی تھی۔

لائحۂ عمل کے لئے جو تجاویز پیش کی گئی تھیں موصوف نے ان کے جزائی تعاون اور مسٹر جی ڈی برلا کا ایک رسالہ موسومہ (A Plan For Planning) اور نیشنل پلاننگ کمیٹی کا ذکر کیا جس کے صدر مسٹر جواہر لال نہرو تھے۔ جب مسٹر نہرو اور دیگر حضرات گرفتار کئے گئے تو نہرو کمیٹی کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ لیکن مسٹر مور کا یہ خیال ہے کہ اس کمیٹی نے جو مواد فراہم کیا وہ غالباً اب بھی سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ واضح کرتے ہوئے کہ کس طرح ہندوستان کا معاشی نظام سنہ ۱۹۴۲ء سے منتشر ہو رہا تھا مسٹر مور نے کہا ہندوستان کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بیرون ہند سے اجناس خوراک اور اشیاء صارفین درآمد کی جائیں اس کے لئے جہازوں کی فراہمی کا مسئلہ ایک شدید نوعی مسئلہ ہے۔

درآمدات کے لئے مالیات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر آرتھر مور نے بیان کیا کہ اگر معاشی جنگ کے لئے منصوبے رائے عامہ معقول طور پر متحدہ کی جائے اور اگر مالیاتی اسباب کی وضاحت کی گئی تو روپیہ کا قرضہ جاری کرنے میں برطانیہ کو کوئی دشواری نہ ہوگی۔ اور اگر بعض برطانوی جائدادیں اور برطانیہ میں ہندوستانی کفالتیں فروخت کی گئیں تو ان کی وجہ سے معقول آمدنی ہو سکے گی۔

# دیسی ادویہ اور اشیاء دواسازی کا کنٹرول

## حکومت ہند کا حکم

نئی دہلی ۸ نومبر۔ محکمہ صنعت و حرفت اور سپلائی ہدایت حکومت ہند نے دیسی ادویہ کے کنٹرول سے متعلق ایک حکم جاری کیا ہے جو آج سے نافذ ہے گا۔

اس حکم کے ذریعہ دیسی ادویہ اور اشیاء دواسازی کی بیشتر ین قیمتوں اور تقسیم پر کنٹرول رکھا گیا ہے۔ ان دیسی ادویہ کے انتخاب میں جن پر کنٹرول قائم ہے حکومت نے اس کا خاص طور پر لحاظ رکھا کہ دیسی ادویہ منتخب کئے جائیں جو ڈاکٹر بالعموم تجویز کرتے ہیں یا جن کا عام مطالبہ ہے۔ درآمد شدہ اور دیسی ادویہ کی قیمتوں میں تناسب پیدا کرنے میں جو دشواریاں ہیں ان کے مدنظر درآمد شدہ ادویہ خصوصی طور پر جدول میں شریک کئے گئے ہیں۔

ایک ہمہ گیر جدول کے ذریعہ جو فوری نافذ ہوگا کئی ادویہ اور اشیاء دواسازی کی بیشتر ین قیمتوں کا تعین کیا گیا ہے۔ کنٹرول شدہ بیشتر ین قیمت سے بلند تر قیمت پر کسی ایسی شئے کا فروخت کرنا اور کسی تاجر کا کسی دوا کی فروخت سے جو اس کے پاس موجود ہے کسی مناسب وجہ کے بغیر انکار کرنا اس حکم کے تحت جرم تصور کئے جائیں گے۔ وہ تاجر جو اس حکم کی دفعات کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کے ذخائر ضبط کرلئے جاسکیں گے اور ان کا لائسنس بھی منسوخ کیا جاسکے گا۔ جس کے بغیر وہ اپنی تجارت نہیں کر سکتے۔ (ا۔پ)

# سائکلیں بلا قندیل کے چلائی جائیں

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض سائکل سواروں کو یہ شکایت ہے کہ روغن گیاس کے راشن ہو جانے کے باوجود جلدہ میں بلا قندیل کی سائکلوں کو پکڑنے میں بڑی مستعدی سے کام لیا جارہا ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ برقی روشنی پر تحدید قائم ہو جانے کی وجہ سے سڑکوں کی روشنی میں بدرجہ مجبوری کمی کردی گئی ہے اگر سائکلیں بھی بلا قندیل چلائی جائیں تو اندھیرے میں تصادم کے حادثوں کا قوی احتمال ہے۔ بکی سڑکوں پر ایسے حادثے اکثر مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے بلا قندیل سائکل چلانے والوں کے خلاف مناسب کارروائی ضروری ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ حادثوں کو روکا جائے اور اس لئے کوتوالی بلا قندیل سائکل چلانے کی روک تھام سے باز نہیں رہ سکتی۔

روغن گیاس کی کمی کو بلا قندیل سائکل چلانے کی وجہ بنا لینا ہرگز مناسب نہیں ہے کیونکہ سائکل کی قندیل کے لئے تیل کا ایسا آمیزہ جلایا جاتا ہے جس میں گیاس کے تیل کی مقدار بہت ہی کم ہوتی ہے اور سائکل کی قندیل کے لئے خالص کھوپرہ کا تیل بھی جلایا جاسکتا ہے۔

(پولیس نوٹ)

# کیا کانگریس ناکام رہی؟

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

تائمز میں یہ کہا گیا کہ ہندوستان معاشی جنگ میں مدد نہیں دے سکتا وقتیکہ اس کو مکمل آزادی نہ دی جائے۔ یہ بات فراموش کردی گئی کہ ہندوستان کی آزادی انسانی آزادی کی جنگ اور اس میں ہمارے اشتراک عمل کے نتیجہ پر منحصر ہے۔ قومیت کی شدت یقیناً ایک مرض ہے۔

# انجمن انسداد قحط و گرانی کی پانچ دوکانوں کا افتتاح

حیدرآباد ۷ دسمبر۔ آج صبح عوام میں خوشی اور مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ احسان مندی و تشکر کے بے پناہ جذبات سے مغلوب ہو کر دم بخود رہ گئے جب انہوں نے یہ اثر انگیز منظر دیکھا کہ ہز رائل ہائی نس شہزادی برار، شہزادی نیلوفر اور شہزادی نفیس النساء بیگم صاحبہ شہر کے مختلف محلوں میں ارزاں فروشی کی پانچ دوکانوں کی رسم افتتاح کے بعد اپنی غیر معمولی خلق دوستی و غربا نوازی کی عملی مثال پیش کرتے ہوئے بنفس نفیس جواری کو ٹوکر غرباء کے ہاتھ فروخت کر رہی ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ یہ دوکانیں جو انجمن انسداد قحط و گرانی اجتماعی کے تحت چلائی جائیں گی۔ ان کا سرمایہ ہر ہائی نس شہزادی برار کے سرمایہ امداد اغذیہ کی جانب سے دیا گیا ہے اور ہر دوکان پر بازار کی قیمت کے مقابل میں سوا سیر زائد جوار غرباء کے ہاتھ فروخت کی جائے گی۔ اس مقصد کے لئے ان دوکانات سے چار ہزار افراد یعنی کل ایک ہزار خاندانوں کو کوپن تقسیم کئے جائیں گے۔

ہز ہائی نس شہزادی برار، شہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ اور صاحبزادی نفیس النساء بیگم صاحبہ کی معیت میں ۱ ½ بجے صبح بل کنٹہ کی ارزاں فروشی غلہ کی دوکان پر تشریف فرما ہوئیں۔ راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی، مسٹر میر اکبر علی خان اور مس پدمجا نائیڈو بھی ہر ہائی نس شہزادی برار کے ہمراہ تھے اس معزز جماعت کے ورود پر مجلس انسداد قحط و گرانی اجتماعی کے ارکان عاملہ نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ مسز سروجنی نائیڈو نے جو اپنی علالت اور طویل علالت کے بعد جس کے اثرات ابھی تک زائل نہیں ہوئے ہیں پہلی مرتبہ منظر عام پر آئیں۔ ہر ہائی نس شہزادی برار، سرپرست انجمن قحط و گرانی و صدر سرمایہ امداد و اغذیہ دیباجت ... کی خدمت میں انجمن مذکور کی جانب سے ایک سپاسنامہ پیش کرنے کی عزت حاصل کی۔ اس کے بعد ہر ہائی نس دوکان میں داخل ہوئیں۔ اس کی رسم افتتاح اس طرح انجام دی کہ خود بنفس شہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحب و صاحبزادی نفیس النساء بیگم صاحبہ نے پہلی مرتبہ جواری تول کر غرباء کے ہاتھ فروخت کی۔ اس موقع پر راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی، مسز سروجنی نائیڈو، ڈاکٹر نائیڈو، مس پدمجا نائیڈو، نواب دوست محمد خان صاحب، راجہ گرودھاری، نواب میر اکبر علی خان صاحب، مولوی محمد بہادر خان صاحب، میرزا مقصود احمد خان صاحب، سیٹھ لکشمی نواس گیرجی لال، سیٹھ کشن داس، مس لیلامنی نائیڈو، بیگم علی یاور جنگ، زہرا بیگم صاحبہ، مسز کرنیلیس، قاضی عبدالغفار صاحب، مولوی یامین زبیری صاحب، مسٹر موسوی، مسٹر نرسنگ راؤ، مسٹر بی کشن راؤ اور دیگر اصحاب موجود تھے۔

بل کنٹہ کی دوکان کے افتتاح کے بعد ہر ہائی نس مع اپنی جماعت کے چیلی پانڈرہ، عظیم پورہ، امتیاز چوک، گولی پورہ، پرانا پل، چوڑی بازار اور نامپلی (بازار گھاٹ) تشریف لے گئیں جہاں آپ نے حسب پروگرام ارزاں فروشی غلہ کی پانچ دوکانوں کا افتتاح کیا اور تین دوکانوں کا جو پہلے سے قائم تھیں معائنہ فرمایا۔
(یونائیٹڈ پریس)

## مرکزی اسمبلی میں قحط کی تحقیقات

### چار جماعتوں کی متفقہ قرارداد

نئی دہلی۔ ۷ دسمبر۔ لابی کی گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ مرکزی اسمبلی کی چار جماعتوں میں اس ترمیم کے متعلق عام اتفاق رائے ہو گیا ہے جو حکومت ہند کے رکن اغذیہ کی اس تحریک میں کہ غذائی صورت حال پر غور کیا جائے پیش کی جائے گی۔ یورپی جماعت، مسلم لیگی جماعت، انڈیپنڈنٹ جماعت اور نیشنلسٹ جماعت کے ارکان حسب ذیل مسودہ پر متفق ہو گئے ہیں۔

"یہ اسمبلی بنگال کی المناک صورت حال کو بڑی تشویش کی نظروں سے دیکھتی ہے۔ اور گورنر جنرل باجلاس کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ وہ بنگال کے تحفظات نمٹنے کے لئے فوری طور سے اور زیادہ زور دار اور موثر کارروائیاں کریں اور ملک کے دوسرے فلاکت زدہ علاقوں کو کافی امداد بہم پہنچائیں۔ یہ اسمبلی گورنر جنرل باجلاس کونسل سے یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ وہ ایک ایسے شاہی کمیشن کے مقرر کرنے کے لئے فوری کارروائی عمل میں لائیں۔ جو بنگال میں قحط کے حالات کے بدتر جاری رہنے اور اس کی وجہ سے واقع ہونے والی اموات کی تعداد کے متعلق جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں ملتی منجملہ اور باتوں کے حسب ذیل امور کی تحقیقات کرے۔

۱۔ موجودہ فلاکت کے اسباب
۲۔ وقتاً فوقتاً ان حالات کا انسداد کرنے یا ان کی اصلاح کرنے کے لئے جو کارروائیاں کی گئی ہیں وہ کس حد تک موثر رہیں۔
۳۔ آیا ایک ایسا انتظامی شعبہ قائم کرنا مناسب ہوگا جو تحفظات سے متعلق کارروائی کی نگرانی کرے۔
۴۔ آیا حکومت کی امدادی کارروائیاں کافی رہی ہیں یا نہیں۔
۵۔ اموات کے اعداد و شمار ٹھیک ہیں یا نہیں نیز یہ کہ شرح اموات پر موجودہ قحط کس حد تک اثر انداز ہوا ہے۔
۶۔ نوجوان نسل پر فاقہ کشی اور غذائیت کی کمی کے اثرات کو دور یا کم کرنے کے لئے کونسی کارروائیاں اختیار کی جائیں۔
اور ۷۔ موجودہ مصیبت کے ہندوستان کے کسی حصہ میں رونما ہو جانے کو روکنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔"

اس ترمیم کے لئے مسلم لیگی جماعت کے رکن سر محمد یامین خان اور انڈیپنڈنٹ پارٹی کے قائد مسٹر حسین بھائی لالجی نے نوٹس دیا ہے۔

کانگریسی جماعت نے اپنے آپ کو اس ترمیم سے متعلق نہیں کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ شاہی کمیشن کے اصول کی سخت مخالف ہے۔ نیشنلسٹ پارٹی کے ایک یا دو ارکان بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔ کانگریسی ارکان مجلس قائمہ کے انتخابات میں بھی حصہ نہیں لے رہے ہیں۔

## اشتہار

حاضری مدعی علیہ مرتبہ محکمہ عدالت دیوانی مفصلی بیدر شریف۔

مقدمہ نمبر ... بابتہ سنہ ... ف باجلاس خالد عبدالرحیم ... منصف ضلع بیدر۔

شیخ محبوب ساکنہ بیدر — مدعی — بنام
حسام الدین وغیرہ ساکنہ بیدر — مدعی علیہ

دعویٰ:- حق شفعہ متعلقہ مکان

بنام مقبول بی زوجہ محمد اسمٰعیل صاحب قوم شیخ عمر ۲۵ سالہ پیشہ خانہ داری ساکن بیدر حال مقام مکان محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم متصل ... بیدر۔

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک دعوی بابتہ حق شفعہ متعلقہ مکان عدالت ہذا میں دائر کیا ہے۔

ہر چند مقدمہ مذکور میں تمہارے نام متعدد مرتبہ نوٹس جاری ہوئے لیکن ان کی تعمیل تمہارے پر نہیں ہوئی۔ لہذا بذریعہ ہذا تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۲۳ ... سنہ ۱۳۵۳ف روز یکشنبہ اصالتاً و وکالتاً حاضر عدالت ہو کر جواب دعویٰ داخل کرو اور جو کچھ کاغذات تم اپنی جواب دہی کی تائید میں پیش کرنا چاہو پیش کرو۔ بصورت عدم حاضری حسب ضابطہ کارروائی ہوگی اور کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۰ آذر ۱۳۵۳ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ دستخط

| | |
|---|---|
| نشر دستخط | نشر دستخط |
| صیغہ دار | سررشتہ دار |

## اخبار مملکت کے ملنے کے پتے

احمدیہ پریس چار مینار۔ حیدرآباد دکن
مکتبہ ابراہیمیہ عابد روڈ۔ حیدرآباد دکن
دکن بک ڈپو۔ عابد روڈ۔ حیدرآباد دکن
سید مختار محمد ایجنٹ اخبارات متصل ... مارکٹ۔

احمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام [illegible] دفتر مملکت [illegible] شائع ہوا۔